ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

”شعریات آفتاب اقبال شمیم“ کی فکری ولسانیاتی تعبیر

Dr khadim Hussain Rai
Assistant Professor of Urdu &Head of Department Urdu
Govt Shah Hussain College Chung Lahore
khadimrai@gmail.com
Atiqa Yasmeen
M.phill Scholar
,University of Lahore
Lahore campus E.mail :atiqarajput95@gmail.com
Muhammad Ali
Lecturer, Urdu Department
Govt. Islamia Graduate College Railway road Lahore
E.mail :maliarshad@outlook.com

ABSTRACT

Aftab Iqbal Shameem is known as famous poet of urdu literature. He is also known by his modern thoughts and prograssive poetry . The most important aspect of his life is poetry and modern poems. In this article we discussed his poetic and lingusitic thoughts.The current era is the reflection of human psychology and modern linguistics analysis of human language,which gave birth to neo-criticism and practical criticism. It paved the way for other ideology that emerged in the field of linguistics, called stylistics i.e."stylistics is a sub-decipiline of linguistics which deals with the study of phonetics, lexial, syantax and semantics ". This stylistic theory has been applied upon the poetry of Aftab Iqbal Shameem to justify the universality and novelty of his diction and thoughts.

آفتاب اقبال شمیم جدید اردو نظم کے فکری اور فنی لحاظ نہایت کہنہ مشق شاعر ہیں۔ان کی نظموں کی فکری اور تہذیبی رو میں انسان، کائنات اور وقت مرکزی کردار کے طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔انھیں انسان کے غلامانہ طرز زندگی سے اختلاف ہے وہ اس کی تذلیل پر نوحہ کناں ہی نہیں ہیں بل کہ ایک واضح فکر لیے ہوئے اس پر احتجاج بھی کرتے ہیں۔آفتاب اقبال کے شعری موضوعات میں زمانی ناانصافیاں، قدروں کی ناقدری، غربت و افلاس میں گھرے طبقے کی یاسیت، بڑے شہروں کے مسائل، اہل ثروت طبقہ کے عوام پر مظالم، پسے ہوئے طبقے کی یاسیت، انسانیت کے شرفِ انسانی سے عاری رویے، حقیقت کے ادراک سے انکار اور نئی نسل کے مسائل کا ادراک شامل ہیں۔

آفتاب اقبال ان انسانی مسائل پر عدم توجہ کا نوحہ ہی نہیں لکھتے ہے بل کہ ان مسائل کے ادراک کے بعد ان پر طنز اور تنقید بھی کرتے ہیں۔وہ دھیمے لہجے میں ہر طرح کی مشکل بات کو نہایت آسانی سے کہہ جانے کا ہنر رکھتے ہیں۔وہ زمانے کے نبض شناس ہیں اس لیے تمام پہلوؤں پر ان کی گہری نظر ہے۔وہ جہاں کہیں زندگی کے ان پہلوئوں میں کجی، تنگی اور ترشی دیکھتے ہیں تو اسے اپنے منفرد محسوساتی انداز میں شاعری کے قالب میں ڈھال کر ان تمام عیبوں کی بیخ کنی کرتے ہیں۔ وہ الفاظ اور ان معانی کے قریبی تعلق سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ان کی شعری کرافٹ، اسلوب اور زبان و بیان منفرد ہے۔ گویا ان کی شعریات ایک الگ منطقے سے متعلق ہے جس کے باشندے اور ماحول اس سے میل کھاتے ہیں۔لسانیاتی حوالے سے آفتاب اقبال کی شعریات کو صوتیاتی، لفظیاتی، نحویاتی اور معنیاتی عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں ان کی شعریات کے لسانی اور لسانیاتی پہلوئوں کو ان کی شعری کرافٹ کے تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ صوتیاتی تجزیہ و تعبیر

آفتاب اقبال شمیم کی نظمیں ادبی فکر، تمثال کاری اور جدت پسند تجربات مشتمل ہیں۔ان کی نظموں کے صوتیاتی تجزیے میں زیادہ تر تجنیس صوت (Alliteration) کے کلمات سامنے آتے ہیں۔یہ تجنیسی آوازیں ان کے کلام میں ترنم اور غنایت پیدا کرتی ہیں۔ان کے کلام میں سے چند جملے دیکھیے:

۱۔ صحرا کے درمیان/جاتا کہاں ہے واقعوں، وقفوں کا راستہ... (آبِ اشک سے لکھا ہوا نام)(۱)

۲۔ حُسن معنی بھی مابعد معنی بھی ہے/سب اشاروں کا قاصد بھی اور مقصود بھی ... (شاعری کے جاتے موسم کی ایک نظم)(۲)

۳۔ سیر کو نکلے ہوئے سبط صبا نے، تو نے، میں نے/بستیوں کی پستیوں کے دُور ہونے کی دُعا کی تھی/شبِ پس ماندگان میں پو پھٹے کا نور ہونے کی دعا کی تھی/دُعا منظور ہونے کی دُعا کی تھی ... (حسن ناصر)(۳)

۴۔ وہ سدا سہاگن دھرتی کو پہنائے گا/جب راکھ کی بیلیں جُھک جُھک کر/مجھ دُھوپ جلے کے لیکھوں پر چھم چھم مدوا برسائیں گی ... (حَبس کے دریچے سے)(۴)

۵۔ وہ اُس خود سر کے اندر کی بغاوت کو/زمانہ مکر میں معمول کی چُپ سادھ کر/آیا ہوا ہے مغفرت کرنے... (شاداب احمد کے لیے ایک نظم)(۵)

۶۔ میں سادہ منش جان نہ پایا کہ زمین/زماں اور زمانے کی مثلث سے نکلنے کی/بجز مرگ کوئی راہ نہیں ... (کیا ہیں میرے اسرار)(۶)

۷۔ سحر مجھے کربلا میں آئی/جہاں کلسٹر بموں کے شب خون کی شفق سے/کشیدہ سر جراتوں کا سورج نکل رہا تھا... (سقوطِ بغداد)(۷)

۸۔ دیمکیں چاٹتی ہیں/ماس مٹی کے زمیں زادوں کو/بھنبھناتے ہوئے لمحوں کی بھڑیں کاٹتی ہیں/اور تعمیر میں تخریب پھپھوندی کی طرح پلتی ہے...
(وقت نما)(۸)

اوپر ذکر کیے گیے ان تمام بیانیوں میں تجنیسِ صوت کی جو آوازیں سامنے آتی ہیں: "و" سے واقعوں، وقفوں، م سے معنی، مابعد معنی، مقصود، منظور، منش، مثلث، پ سے پس ماندگان، پستیوں، پو، د سے دُعا، داکھ، دُھوپ، دھرتی، ز سے زمین، زماں، زمانے، س سے سحر، سورج، سادہ، سدا، سہاگن، سادھ، سیر اور سبط صبا، ک سے کربلا، کلسٹر، کشیدہ، ت سے تعمیر، تخریب اور 'م' سے مکر، معمول، جھ سے، جُھک جُھک اور چھ سے چھم چھم کی آوازیں شامل ہیں۔ان آوازوں میں زیادہ تر کومل اور سریلی آوازیں شامل ہیں۔ س، م، پ، ت، د، ز، اس کے علاوہ دھ کی دو آوازیں جھ کی دو آوازیں جُھک جُھک اور چھے کی آوازیں چھم چھم شامل ہیں۔ مجموعی سطح پر دیکھا جائے تو ان کے کلام میں ہکاری آوازیں کم ہیں اور صفیری آوازیں زیادہ ہیں۔

آفتاب اقبال کی نظموں میں سے ان منتخب مثالوں کا جائزہ لیں تو یہ صورتِ حال سامنے آتی ہیں۔ان جملوں کل مصرعوں کی تعداد=۲۵ ہکاری آوازیں ۲۱ اور صفیری آوازیں ۷۱ ہیں۔ان کے ہر مصرعے میں اوسط ہکاری آوازیں ۸۴۔۰ ہیں اور صفیری آوازیں ۸۴۔۲ ہیں گویا اگر ہکاری آواز ایک ہو تو صفیری آوازیں تین ہوں گی۔اس لحاظ سے بھی ان کے کلام میں غنائی اور مترنم آوازوں کی کثرت ان کے صوتی آہنگ کو مترنم بنا دیتی ہیں۔آفتاب اقبال شمیم کی نظموں میں ہکاری اور صفیری آوازوں کے تجزیے کے ذریعے ان کے کلام کے صوتی آہنگ کا اندازہ لگاتے ہیں۔اس مقصد کے لیے ان کے کلام میں سے بلا تخصیص نظمیں منتخب کی گئی ہیں: ایک مصرعے میں ہکاری آوازیں =۳۸۔۰, ایک مصرعے میں صفیری آوازیں =۳۴۔۱۳ اس تجزیے سے بھی واضح ہوتا ہے کہ آفتاب اقبال شمیم کے ہاں ہکاری آوازوں کی نسبت صفیری آوازیں زیادہ ہیں۔ صفیری آوازیں دراصل کلام کو مترنم بنانے میں بہت حد تک معاون ہوتی ہیں۔آفتاب اقبال شمیم کی نظموں میں ترنم اور غنائیت بہ قدر اولی موجود ہے۔

۲۔ لفظیاتی تجزیہ و تعبیر

آفتاب اقبال شمیم کی لفظیات میں چار طرح کے الفاظ شامل ہیں۔اول: عربی اور فارسی کی تراکیب دوم: جدید کلمات اور کلامیے سوم: ہندی الفاظ اور چہارم: انگریزی الفاظ۔ان کی لفظیات کا دائرہ کار پانچ زبانوں پر محیط ہے۔سب سے پہلے ان کی عربی فارسی تراکیب کا تذکرہ ضروری ہے۔آفتاب اقبال کی تراکیب دو لفظی، تین لفظی اور بعض چار لفظی بھی ہیں لیکن اس کے علاوہ ان کی تراکیب میں ایک نیا پن اور منفرد برتاؤ نظر آتا ہے وہ عربی تراکیب میں بھی ہے اور فارسی تراکیب میں بھی مثلاً زینہ تولید، تارِ عنکبوت، عہدِ الست، ابنِ سماوی، اسمِ تسخیر، معبدِ حسن، وغیرہ، فارسی تراکیب میں دامِ آہن، چشم سفت، ہفت وہفتاد، پروردئہ زر، این وآں، سگانِ خواہش وغیرہ ان کے ہاں نادر اور منفرد قسم کی دوسری تراکیب بھی شامل ہیں۔ جیسے "گنگ سناٹے، قوس وخط و حرف، سفر گیرِ تمنا، اشک افروختہ، خداوندِ دیر وز و فردا، ہیکلِ آسمانی، عرصہ عدت، دو جنیئے، خدائوں کا خراج، پیرانِ غیب، اسلوب صف آرئی، کلیاتِ زمان و مکاں، سینہ نورد

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

خواہشیں، نسلِ موش وزاغ، جوہر صد کسوتِ امکاں، بلدئہ عالم دار وغیرہ یہ سب منفرد اور نئی تراکیب ہیں جو اپنے معانی کے نئے در کھولتے ہیں۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ آفتاب اقبال شمیم کے ہاں زبان کی کرافٹ کے جدید اور قدیم رنگ دیکھے جا سکتے ہیں۔

آفتاب اقبال کی لفظیات کا دوسرا پہلو ان کے نادر کلامیے اور تراکیب ہیں۔ ان تراکیب کے بیان میں ان کی محسوسات اور متخیلہ بلندیوں پر ہے۔ ان محسوسات کے بل بوتے پر وہ زبان کے نئے اور منفرد سانچے تراشتے ہیں جو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ مثلاً ''جنس کا نشے کی عمر میں ہاتھ ڈال کر رقص کرنا، امکان کی شاخ کا خوشہ موج، موتیے کا شاخ کی کھڑکیوں سے مجھے تکنا، شقاوت ایڑیوں پہ رقص کرتی ہے، خوش بو کی ٹہنی پر بیٹھا ہوا لمحہ، ان تمام کلامیوں کا تعلق شاعر کے تخیل اور محسوسات سے ہے۔ کچھ ایسے الفاظ اور تراکیب ہیں جن کا تعلق ان کی محسوسات سے ہے مثلاً گونجتی روشنی، مخنث محکمے، غم کا دستِ صورت گر، دنوں کی مکیاں، لفظوں کی بالشت، انا کا قدِ آدم آئینہ، منافقت کا ماس کلچر، کھلنڈرے پل اور شریر لمحے ان تمام الفاظ میں شاعر کی محسوسات کا عمل دخل ہے۔ ان منفرد محسوسات کی بنا پر ان کا ڈکشن مضبوط بھی ہوتا ہے اور اس میں نئی معنویت بھی پیدا ہوتی ہے۔

آفتاب اقبال شمیم کی لفظیات کا تیسرا اہم پہلو ہندی الفاظ پر مشتمل ہے۔ ہندی الفاظ میں مفرد اور مرکب دونوں طرح کے الفاظ شامل ہیں۔ آنند آسن، اڑن گھاٹ، چھم چھم اور اڈے پہل کے علاوہ آدرش، سواگت، سندرتا، سندیسہ، ارجن، پُروا، مدوا، لیکھ، سر اور پنگھٹ جیسے الفاظ شامل ہیں ہندی الفاظ کی تعداد دو درجن سے زیادہ نہیں ہے۔ ان کی لفظیات میں انگریزی الفاظ بھی شامل ہیں۔ انگریزی الفاظ میں ری سائیکل، ڈس پوز، لموزائن، ایکوپریم، نیوکلیئر ہولوکاسٹ، سوئمبر، کلسٹر بم، بیک بنچر، ڈس پوزایبل، جنٹیکس، یورینیم اور سومنگ پول اہم ہیں۔ ان الفاظ میں سے چند الفاظ تو بہ طور فیشن زبان میں داخل ہوئے ہیں لیکن کچھ الفاظ واقعتا ایسے ہیں جو کہ لسانی ضرورت کے تحت استعمال کیے گئے ہیں۔ آفتاب اقبال شمیم کی لفظیات عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی زبانوں پر مشتمل ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں نہ صرف ایک زبان بل کہ چار زبانوں پر بیک وقت عبور حاصل ہے۔ ان کثیر اللسان الفاظ کے چناؤ اور پیش کش کی وجہ سے زبان میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ آفتاب اقبال شمیم کی لفظیات ان کی کتاب ''میں نظم لکھتا ہوں'' سے لی گئی ہیں۔(۹)

تراکیب :

شناور بحر، گُنگ سنائے، کبیر و خرد، قوس وخط و حرف، حرف وہندسہ، فردا کا کٹہرا، شقِ املا، گرفتِ لفظ، دستِ علم، تارِ زر، شیشہ رنگین، دامِ آہن، وجودِ آدمی، جنبشِ انگشت، رنگ فلاں، نسلِ فلاں، زینہ تولید، انبوئہِ رواں، اسمِ بقا، چشمِ ہفت، سفر گیرِ تمنا، کارگاہِ شیشہ گری، کاسئہ تمثال، اشک افروختہ، خداوندِ دیروز وفردا، ہفت وہفتاد، ہیکلِ آسمانی، عرصہ عدت، دوجنسیے، خداوندِ جہاں، تارِ عنکبوت، دہر کے خردہ خدائوں کا خراج، عہد الست، دورِ خرد، دستِ خفیہ، ناپیمود کثرت، خاک کی شوریٰ، پیرانِ غیب، نخلِ مخیر، دورِ تعصب، عہد زر گردی، اسلوب صف آرائی، پروردئہ زر، کلیاتِ زمان ومکاں، این وآں، سگانِ خواہش، تیشہ زنی، بحرِ ٹکسال، بادِ ساحل، وبائے زر، دورِ ابلیس، پیراہنِ عصر، ابن فلک، ابنِ سماوی، سبطِ صبا، زیورِ ممکنات، فروغِ رنگِ شفق، امیرِ تہذیب، حشیش وبارود، کاسئہ سوال، نسلِ موش وزاغ، سینہ نورد خواہشیں، جبینِ نخل، جوہر صد کسوت، امکاں، تیرہ آب، بلدئہ عالم دار، اسمِ تسخیر، معبدِ حسن

نادر کلمات اور تراکیب:

جنس کا نشے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر رقص کرنا، گونجتی روشنی، امکان کی شاخ کا خوشئہ موج، ہابیل کی لاش، ہاروت اور ماروت کے ساتھ، موتیے کا شاخ کی کھڑکیوں سے مجھے تکنا، مخنث محکمے، کلوننگ روشنی، حرف بے عہدہ ہے، غم کا دستِ صورت گر، دنوں کی مکیاں، شقاوت ایڑیوں پہ رقص کرتی ہے، لفظوں کی بالشت، خوشبو کی ٹہنی پر بیٹھا ہوا لمحہ، انا کا قد آدم آئینہ، منافقت کا ماس کلچر، کھلنڈرے پل، شریر لمحے۔

ہندی لفظیات:

آدرش، سواگت، آنند آسن، اڑن گھات، چوگان، تپسیا، بھوت، کاٹھ، سندرتا، سندیسہ، ارجن، نروان، سہاگن، دھرتی، ساگر، پچھم، پروا، سبک، درشن، برکھا، اڈے پل، چھم چھم، مدوا، لیکھ، گھاٹ، سپنا، سُر، پنگھٹ،

انگریزی لفظیات:

ری سائیکل، ڈسٹ بِن، ڈِس پوز، لموزائن، ماڈل گرل، ایکوپریم، نیوکلیئر ہولوکاسٹ، کنڈکٹر، سوئمبر، کلسٹر بم، بیک بنچر، ڈسپوزایبل، جینٹکس، یورینیم، سومنگ پول،

۳۔ نحویاتی تجزیہ و تعبیر

تضاد:

آفتاب اقبال کی نظموں میں ایک طرح کا طنز بھی موجود ہے جو زمانے کے دہرے معیارات، ناانصافی جو مکر وفریب پر مبنی معاشرے کی بیخ کنی کرتا ہے۔ اس طنز میں وہ زمانے کی مختلف حالتوں کو تضاد کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ جس میں منطقی، انفرادی، کلی، فکری اور محسوساتی تضاد کے پہلو ہوتے ہیں۔ ان پہلوئوں کی موجودگی تضاد کو اسلوبیاتی سطح تک لے جاتی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

ہے:"دریافتہ۔۔۔۔۔اور غیر دریافتہ ساری سمتوں کی تخلیق کے وقت"اس جملے میں دریافتہ اور غیر دریافتہ دو متضاد الفاظ سے حُسن کے دائرہ کار کو پیش کیا گیا ہے۔"سرِ بازار اعلیٰ فام ۔۔۔۔۔ادنی فام،"اس کلامیے میں اعلیٰ اور ادنی کے الفاظ سے تضاد پیدا کیا گیا یہ تضاد کی منطقی صورت کو پیش کرتا ہے۔" اطاعت لفظ و ہندسہ کی ۔۔۔۔۔ہوس تسخیر کرنے کی ۔۔۔۔۔حذر تسخیر ہونے کا، کہو کیا ان مکاں والوں کی زد میں آسکیں گے ۔۔۔۔۔لامکاں والے"ان جملوں میں تضاد کی فکری اور معنوی سطح موجود ہے۔پہلے پہل تسخیر ہونے اور کرنے کا تذکرہ ہے اور اس کے ساتھ ہی فکری جملہ پیش کیے دیتے ہیں ' 'مکان والے، لامکاں والوں کو کیسے قابو میں لا سکتے ہیں"۔یہ دونوں جملے الفاظ اور فکر و معنی کی سطح پر تضاد کو بیان کر رہے ہیں۔

۱۔ حُسن کونین کے عین مرکز میں ہے/اور دریافتہ غیر دریافتہ/ساری سمتوں کی تخلیق کرتے ہوئے وقت کی/آفرینش کا ماخذ بھی ہے...(شاعری کے جاتے موسم کی ایک نظم)(۱۰)

۲۔ سرِ بازار اعلیٰ فام ادنی فام کو/اب وہی شہروں کا شہرِ تاجدار/بلدئہ عالم مدار/کعبہ تہذیب ہے سارے زمانے کے لیے/اور میں بے چارہ و حیراں/ہنام رفتگاں/سوچتا ہوں...(تہذیب۔ایک مغالطہ)(۱۱)

۳۔ اطاعتِ لفظ و ہندسہ کی/ہوس تسخیر کرنے کی، حذر تسخیر ہونے کا/کہو کیا ان مکاں والوں کی زد میں آسکیں گے/لامکاں والے...(یادنائے اور نسیاں کے ساحل)(۱۲)

۴۔ میں واقعوں کے درمیاں گھرے ہوئے/حساب کر رہا ہوں ان ساعتوں کا/مجھ سے جو ہوئیں، مگر نہ ہو سکیں ...(مگر میرا سوال ہے!)(۱۳)

۵۔ یہ شہر سودا گراں ہے جس میں/معاش کے لنگروں پہ پلتی ہوئی رعایا/انا کی قلت سے اپنے باطن میں مر چکی ہے/وگرنہ اُٹھ کر/دکانِ زر گر سے، قصرِ قیصر سے/اپنے سرقہ شدہ لہو کا حساب لیتی/ یہی ہے موجود کی حقیقت/نشیب ہے تو فراز ہو گا/فراز جس پر/تمام اخوان نعمتوں کے/بدن کا خوانچہ فروش دن رات بیچتا ہے/یہ جشن ہر روز و شب تو جیسے یہاں کا تہوار بن گیا ہے/زمانہ بازار بن گیا ہے...(زمانہ بازار بن گیا ہے۔۱)(۱۴)

۶۔ نہیں سمجھتا کہ وقت کے ماورائے منطق/تضاد و اضداد کے سفر میں/ہماری فتحیں/ہماری ناکامیاں ہیں یا کامرانیاں ہیں/نہیں سمجھتا کہ علم کی بے کرانیوں میں/ابھی تو اُس نے قدم رکھا ہے/نہیں سمجھتا کہ اُس کی دریافت کردہ منطق کلید بھی اور قفل بھی ہے/یہ خاک و افلاک، نیست و ہست کے مظاہر/کسی ترازوئے عدل و میزانِ امن میں/ یوں تُلے ہوئے ہیں ...(زمانہ بازار بن گیا ہے۔۲)(۱۵)

۷۔ مزاح و سنجیدگی کا یہ کاک ٹیل پی کر/امیرِ تہذیب کی رعایا سرور میں ہے/حواس کو بے حواس رکھنا/نئی ثقافت کا جیسے معیار بن گیا ہے...(زمانہ بازار بن گیا ہے۔۳)(۱۶)

۸۔ تمنازاد! سمجھو بھی/ یقین میں بے یقینی، بے یقینی میں یقین کی/اس مسافت میں/ہمیں امکان کی خوش فہمیوں کے ساتھ/جینا ہے/تمنازاد! تم جانو کہ یہ دنیا/دہائی سے اکائی کے سفر میں/کیا پتا ہے، یا نہیں ہے/کیا پتا اس آج کے خطرے سے/بچ پائے نہ بچ پائے/مگر راہیں کھلی ہیں اور دل نے فیصلہ/اک فیصلہ کرنا ہے/جینا ہے کہ مرنا ہے...(پیش اندیش)(۱۷)

۹۔ تضادیوں بھی زمیں زاد کا مقدر ہے/وگرنہ تنگ و کشادہ، بلند و پست، کم و بیش/کیا ہیں، دیکھوں تو/حجاب ہیں سارے/ذرا سی سمت معین سے نا معین ہو/تو وسعتیں بھی ہمیں تنگیاں دکھائی دیں/بدلتے وقت کے مظہر حقیقتوں جیسے/سراب ہیں سارے...(کنویں کے کنارے)(۱۸)

۱۰۔ سیاست ایک بازیچہ ہے/جس میں دل کے نابالغ/زمانہ سازیوں کے پختہ ناپختہ کھلاڑی/کھیلتے ہیں/آپ ہی مدِ مخالف، خود ہی امپائر/ہمیں کیا/ہم تماشائی، جو اصل واقعہ میں/اس تماشے کا تماشہ بھی ہیں/اپنے تلخ کو شریں بنا کر/تالیوں پر تالیاں پیٹے چلے جاتے ہیں ...(سٹیٹس کُو)(۱۹)

آفتاب اقبال اپنی نظم "زمانہ بازار بن گیا ہے" میں مختلف زاویوں سے تضاد کا تذکرہ کرتے ہیں:"یہ شہر سودا گروں ہے جس میں۔۔۔۔۔معاش کے لنگروں پہ پلتی ہوئی رعایا انا کی قلت سے۔۔۔۔۔اپنے باطن میں مر چکی ہے، وگرنہ اٹھ کر دکانِ زر گر سے۔۔۔۔۔قصرِ قیصر سے۔۔۔۔۔اپنے سرقہ شدہ لہو کا حساب لیتی"ان جملوں میں تضاد کی فکری اور معنوی لے چل رہی ہے جو محسوس کرنے پر زیادہ واضح ہوتی ہے۔اک طرف نظام زر ہے اور دوسری طرف عوام اپنی اصل سے بے خبر ہیں۔آفتاب اقبال نے دونوں صورتوں کے تقابل کو تضاد کے ذریعے پیش کیا ہے۔"نشیب ہے تو۔۔۔۔۔فراز ہو گا، فراز جس پر۔۔۔۔۔تمام اخوان نعمتوں کے"اس جملے میں نصیحت آموز پہلو موجود ہے۔ان جملوں پر غور کیجیے"تضاد و اضداد کے سفر میں۔۔۔۔۔ہماری فتح حیں۔۔۔۔۔ہماری ناکامیاں ہیں یا کامرانیاں۔۔۔۔۔اس کی دریافت کردہ۔۔۔۔۔منطق کلید بھی۔۔۔۔۔اور قفل بھی ہے" یہ جملے تضاد کی منطقی اور فکری صورت کو بیان کرتے ہیں۔نظم "زمانہ بازار بن گیا ہے" میں سے دوسری مثال دیکھیے:"مزاح و سنجیدگی کا۔۔۔۔۔یہ کاک ٹیل پی کر، امیر تہذیب کی رعایا۔۔۔۔۔سرور میں ہے، حواس کو

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

۔۔۔۔۔بے حواس رکھنا، نئی ثقافت کا۔۔۔۔۔۔ جیسے معیار بن گیا ہے" اس مثال میں مزاح اور سنجیدگی کے متضاد لفظوں کے ذریعے تضاد ہوا ہے اور آخر میں حواس کو بے حواس رکھنا اور اسے نئی ثقافت کا معیار قرار دینا فکری اور معنوی تضاد ہے۔

شماریت:

آفتاب اقبال شمیم کی شعریات میں معنوی اور فکری ترفع کے ساتھ لسانی اور اسلوبیاتی جہات کا گہرا شغف بھی موجود ہے۔ ان کی نظموں کے نحوی تجزیے میں اسما اور افعال کی شماریت منفرد ہی نہیں بل کہ مخصوص الفاظ اور تراکیب ان کے کلام کو جدت عطا کرتے ہیں جس سے ان کے کلام کو لافانی ہونے میں مدد ملتی ہے۔ ان کی نظم "الف اول الف آخر" پر غور کریں تو اس میں اسما اور افعال کی تعداد یہ واضح کرنے میں مدد کرے گی کہ ان کے کلام میں افعال اور اسما کی کیا نسبت ہے۔ انا، حیلے، وسیلے، افادہ، فائدہ، دعا، التجا، قاعدہ، قانون، صرف و نحو، رشتے، عمل، اوقات، خال اور خلا کے الفاظ اسما کا مجموعہ ہیں۔ ان کے برعکس اگر افعال کی تعداد دیکھیں تو اس نظم میں نہ ہونے کے برابر ہے لیکن آفتاب اقبال نے اسما کی شماریت کے ذریعے جملوں کی ترکیب اور ترتیب منظم کو بنایا ہے۔ ان کی نظم "باغ محلے میں پت جھڑ کا منظر" کو دیکھیے کہ اس میں کس طرح اسما اور افعال کو پیش کرتے ہیں: " تیسرے پہر سال کا، رنگ جبینِ نخل، پتوں کے گرنے کو "اُکھڑی سفیدیاں" مکان کی کہنا، رونقیں خوش مزاج، سینہ نورد خواہشیں، گزرے دنوں کی سیج، شکستہ چوڑیاں، اک دو بٹن" میں پورے منظر کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں کہ تفہیم میں مشکل نہیں ہوتی ہے۔

ان کی نظم "گماں کا سایہ نورد" معاشرتی کش مکش کو بیان کرتی ہے۔ اس میں جملے، الفاظ اور تراکیب قابلِ غور ہیں: ۔"ذہنِ آدمی اک دن سدھائے اسپ کا سائیس، سڑکیں، سرحدیں، عکس و صدا بردار لہریں، آسمانی راستے، سب کچھ رئیس بلدیہ کی دسترس میں ہے" سب کچھ گنوا دینے کے بعد بیانیہ کا ایک اور جملہ پیش کرتے ہیں جس میں حالتِ زار کا ذکر بھی ہے اور فرسودہ نظام فسق پر طنز بھی غور کیجئے: "جسے دعویٰ ہے ایجادات سے اس ارض کی، قسمت بدلنے کا" یہ طنز اور اعلان اس کے بعد "مگر" اس تمام صورت حال کو یکسر تبدیل کر دیتا ہے۔ مگر یہ اسلحہ و بارود، غارت گری، مال و دولت، شراکت کی دکاں داری، خالی پیٹ کھائی میں گرتی خلقتیں، تیسرے درجے کے ڈبے سے اُتری بے ٹکٹ عمریں، یہ دہشت زار جس میں نامساوی جنگ جاری ہے، کی وضاحت کیے دیتے ہیں۔ ان تمام نظموں میں ان کا نقطۂ نظر بہت واضح ہے کہ وہ اعلانِ بغاوت اور علمِ بغاوت بلند بھی کیے ہوئے ہیں۔ الفاظ کی شماریت کے ساتھ ساتھ جملوں کی نحوی اور معنوی حیثیت کا لحاظ بھی موجود ہے۔

۱۔ انائیں زندگی کرتی ہیں کن حیلوں، وسیلوں سے / افادے فائدے، کمزور لوگوں کی دعائیں، التجائیں / قاعدے قانون، صرف و نحو میں ناپے ہوئے رشتے عمل / اوقات، خالی اور خلا کو شور سے بھرنے کی ترکیبیں ...(الف اول الف آخر)(۲۰)

۲۔ تیسرا پہر سال، رنگ جبینِ نخل سے / ایسے پرت پرت گریں / اکھڑی ہوئی سفیدیاں جیسے کیس مکان کی / میلے سے اژدھام کی / شوخ مزاج رونقیں / سینہ نورد خواہشیں / پینگیں جھلا کے لڑکیاں جانے کہاں چلی گئیں / گزرے دنوں کی سیج پر / چند شکستہ چوڑیاں، اک دو بٹن گرے ہوئے...(باغ محلے میں پت جھڑ کا منظر)(۲۱)

۳۔ ذہن آدمی اک دن سدھائے اسپ کا / سائیس بن جائے گا / سڑکیں، سرحدیں، عکس و صدا بردار لہریں / آسمانی راستے / سب کچھ رئیس بلدیہ کی دسترس میں ہے / جسے دعویٰ ہے ایجادات سے اس ارض کی / قسمت بدلنے کا / مگر یہ اسلحہ و بارود، یہ غارت گری، یہ مال و دولت / یہ شراکت کی دکاں داری، یہ خالی پیٹ کی / کھائی میں گرتی خلقتیں، یہ تیسرے درجے / کے ڈبے سے اُتری بے ٹکٹ عمریں / یہ دہشت زار جس میں نامساوی جنگ جاری ہے... (گماں کا سایہ نورد)(۲۲)

۴۔ تمام بستی کے سب مکانوں میں جیسے / مجرا سا ہو رہا ہو / یہ دھوپ آنکھیں، یہ ابر گیسو / یہ خوشنما اشتہار چہرے / بجھا کے جو پیاس خواہشوں کی بڑھا رہے ہیں / یہ قہر یک ثانیہ خریدی ہوئی ادا کا... (زمانہ بازار بن گیا ہے۔ ۳)(۲۳)

۵۔ اور ہوتا رہا / ہر طرف سے، شمال اور مشرق، جنوب اور مغرب سے / اُمڈی ہوئی ٹڈیاں اور اسپ مہمات کی آگ چھینٹے ... اُڑاتی ہوئی قاہری / خواب، خوبانیاں اور زیتون کی آبرو / لوٹ کر لے گئی / نوعِ ہم ذات کو زور آور کی تہذیب نے / اپنے ہم صورتوں کا لہو چاٹنے کے صلے میں / زمیں، عورتیں اور حبشی غلاموں کے ریوڑ دیئے / بستیاں لوٹنا شیر مردوں کا اعزاز مانا گیا...(رہٹ چلتا ہے)(۲۴)

۶۔ چار سُو/تابہ حدِاُفق تابہ قدِفضا/کنج وقریہ میں قالین رستوں پہ ہردم رواں زندگی/مورو کنجشک، شاخ و شجر، شہر کی لڑکیوں، دشت کی ہرنیوں کی/کرشمہ بدن/رونقیں، کثرتیں، بے دریغ اور ان انت خوشحالیاں...(زندگی)(۲۵)

۷۔ یہ زمینیں ہماری ہیں/دھرتی ہماری ہے/صدیوں کی صدیاں ہمیں دیکھتی آرہی ہیں/کہ ہم/شہر، گاؤں، گلی اور محلے بسائے ہوئے/شانتی اور امن وامان کے چراغوں سے اپنی منڈیریں/سجائے ہوئے/نسلِ نو کی سواگت کے رستے میں سپنے ہی سپنے/بچھائے ہوئے... خواہ جتنی بھی ہو روشنی کر رہے... (خوف کی ڈوری ہے)(۲۶)

آفتاب اقبال شمیم کی نظم ''زمانہ بازار بن گیا ہے(۳)'' میں عصری کش مکش کو کتنے خوب صورت انداز میں پیش کرتے ہیں :'' تمام بستی کے سب مکانوں میں جیسے مجرا ساہو رہا ہو''پورے منظر نامے کو مجرا کہہ کر آگے اس کی تفصیلات اور جزئیات کو کس طرح پیش کرتے ہیں:''یہ دُھوپ آنکھیں، یہ ابر گیسو، خوشنما اشتہار چہرے، بجھا کے جو پیاس خواہشوں کی، بڑھا رہے ہیں، یک ثانیہ میں خریدی ہوئی اداکا قہر''ان کی نظم ''رہٹ چلتا ہے'' میں الفاظ، تراکیب اور منفرد جملوں میں شماریت کا منفرد حال بیان کیا ہے:'' شمال، مشرق، جنوب، مغرب، ٹڈیاں او راسپِ مہمات، قاہری، خواب، خوبانیاں، زیتون کی آبرو، نوعِ ہم ذات، زورآور کی تہذیب، اپنے ہم صورتوں کا لہو چاٹنے کے صلے میں، زمین، عورتیں اور حبشی غلاموں کے ریوڑ دیئے، وقت کے بے رحم تھپیڑوں کا ذکر ہے اور آخر پر حتمی اور قطعی فیصلہ سنادیا گیا ہے کہ اہلِ ثروت اور اہلِ ارض کو یہ سب کچھ ان کے اپنے ہم ذات اور ہم صورتوں کے لہو کی بھیک میں ملا ہے۔ آخری بیانیہ جملہ ان تمام الفاظ اور تراکیب کی معنوی حیثیت کو واضح کردیتا ہے۔''بستیاں لوٹنا شیر مردوں کا اعزاز مانا گیا ہے'' آفتاب اقبال کی نظمیں اپنے اندر الگ معنوی پہچان کے ساتھ جدتِ الفاظ او رجدتِ فکر کے معتبر کلامیوں کو پیش کرتی ہیں:

۴۔ معنیاتی تجزیہ وتعبیر

آفتاب اقبال شمیم کی محسوسات (Feelings) دیگر شعرا سے بہت مختلف ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کا یہ اختلاف ان کے اسلوب میں نئے تجربات کو بنیاد فراہم کرتا ہے۔وہ فن اور فن کار کی ناقدری کو موجودہ تجارتی منڈیوں میں انسانوں کے رَش اور بھیڑ کو منفرد طور پر دیکھتے ہیں مثلا ''شاعری سسک رہی ہے، نئی معیشت کی منڈیوں میں'' شاعری کے لیے سسکنا کا لفظ استعمال کرکے لسانی انحراف سے کام لیا گیا ہے اور ساتھ ہی شاعری کو جسیم بناکر دکھایا گیا ہے۔شاعری بذاتِ خود ایک وجود ہے حالاں کہ شاعری کا اس طرح سے کوئی وجود نہیں جو کہ کسی مادی شے کا ہوتا ہے۔مزید برآں رجائی پہلو اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شاعری کو موت نہیں آئے گی اور یقین سے کہتے ہیں کہ میری زمین پر مستقبل میں عروج ہی عروج ہوگا۔وقت کے جبر اور موجودہ حالات پر ان کا تبصرہ کچھ انداز سے ہے وہ موجودہ صورتِ حال کو منڈی اور بازار قرار دیتے ہیں۔

اس دور میں سچائی کا نام لیوا کوئی نہیں اور سچائی کو وہ کتابوں میں لکھا دیکھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں ہوتا ہے۔وہ سچائی کے لیے گذشتہ زمانے کا فنِ تعمیر، کا لفظ استعمال کرتے ہوئے جھوٹ پر مبنی معاشرے پر طنز کرتے ہیں۔جس طرح پرانے زمانے میں فنِ تعمیر ہوا کرتے تھے نہ اب ایسا فن ہے اور نہ ہی اسی دور کی طرح سچائی ہے۔سچائی کو وہ اس بھیڑ میں کتوں کی آواز کہتے ہیں اور گاہکوں کی آوازوں کو دیہات سے آئے ہوئے شخص کی آنکھوں کے خواب کی طرح قرار دیتے ہیں۔جس طرح وہ سادہ لوح اس منڈی میں حیران کھڑا ہے۔موجودہ دور میں سچائی بھی ایسے حیران کھڑی اس سارے منظر نامے کو دیکھ رہی ہے۔اس پورے کلامیے میں آفتاب اقبال نے استعارے اور بصری پیکر کی مدد سے نیا معنیاتی نظام تشکیل دیا ہے جس میں ان کی قوتِ متخیلہ کو بہت حد تک دخول ہے۔ان کا محسوس کرنے کا انداز منفرد اور لسانی سانچے لاجواب ہیں۔

۱۔ کہیں حرفوں کی پوریں/اس خلا کی وسعتوں، گہرائیوں کو ناپ سکتی ہیں/گرہیں بھیدوں میں بھیدوں کی/بھلا یہ لفظ کیسے کھول سکتے ہیں ... (الف اول الف آخر)(۲۷)

۲۔ میں دیکھتا ہوں/یہ شاعری جو سسک رہی ہے/نئی معیشت کی منڈیوں میں/نہیں مرے گی/مجھے یقین ہے/میری زمیں تاج وتختِ فردا کی جانشیں ہے... (میری دھرتی۔میرا جادو نگر)(۲۸)

۳۔ کتابوں میں لکھی سچائیاں/گزرے زمانے کا فنِ تعمیر لگتی ہیں / یہی لگتا ہے یہ سچائیاں/اس، بھیڑ، اس شور سگاں، ان گاہکوں کی بولیوں/کے درمیاں بازار کے فٹ پاتھ پر حیراں کھڑے/دیہات سے آئے ہوئے/کی جاگتی آنکھوں کا سپنا ہیں ... (جھوٹا سچ)(۲۹)

۴۔ وقت دو کرسیوں پہ بیٹھا ہے/سایہ بھر روشنی کے کمرے میں/نام بے نام پیکروں جیسی/دو شبیہوں سے کتنی رونق ہے... (نام بے نام)(۳۰)

۵۔ بدن میں گنگناتی لوریاں، بوسوں کی خوشبوئیں/کسی پتے کے آنگن میں ہوا کی بالیوں کے ڈھیر پر/بیٹھی ہوئی تتلی/کنول کی ناؤ میں بیٹھا ہوا اوتار/گہری چپ کی مکتی کا/شفق کے بام سے نیچے اترتی/کاسنی ملبوس میں لپٹی ہوئی شامیں/اُداسی کی ... (یادنائے اور نسیاں کے ساحل)(۳۱)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

۶۔ آنکھیں کہیں گری ہوئیں/اور کہیں لگا ہوا، ڈھیر صدا کی راکھ کا/دن کے بدن میں کھائیں چھوڑ گئی ہیں حسرتیں/خواب وخیال کی ڈنٹلیں/کس نے اُکھاڑ کر یہاں چہرے کے رہگذار پر/ڈال دیئے شگاف سے... (باغ محلے میں پت جھڑ کا منظر)(۳۲)

۷۔ مجھے لگا کہ جسم ایک کھیت ہے/دراز بازوئوں کے مینڈھ راستوں کے درمیان / یہ کھیت جو ہے نافۂ زمین سے جُڑا ہوا/یہیں سے دن چڑھے/یہیں پہ دن ڈھلے/یہ کھیت جو ازل سے کر رہے ہیں/رزق و جنس کی کفالتیں/بوائیوں سے لے کر فصلِ عمر کی کٹائیوں/کے درمیاں / یہ شور، یہ ہماہمی، یہ زندگی انہی سے ہے/اُگے ہوئے کماد میں/دبی دبی سی شوک رینگتی ہے...(مگر میرا سوال ہے!)(۳۳)

۸۔ یہ سال آئینے کے زخم چاٹنے کا سال ہے/یہ سال کشت شہر میں/کٹے ہوئے سروں کے بیج بو کے وحشتوں کی فصل/کاٹنے کا سال ہے/یہ سال کاسۂ سوال تھام کر/نگر نگر/گداگری کی خفتیں سمیٹنے کا سال ہے/یہ سال دشمنوں کے حق میں کتنا نیک فال ہے... (یہ سال)(۳۴)

۹۔ عجیب دہشت میں آسماں ہے/جگہ جگہ خاک کے بدن سے لہو رواں ہے/تو کیا یہی ہے خدا کی بستی/جہاں معیشت کی بیڑیوں میں بندھی ہوئی/خلقتوں کی منڈی لگی ہوئی ہے... (زمانہ بازار بن گیا ہے)(۳۵)

۱۰۔ فروغِ رنگِ شفق سے مہکی ہوئی فضا میں/مچلتی آواز راگنی کی/صدا کے کانوں میں مرکیوں کے تھرکتے حلقے/سماعتیں جھوم جھوم جائیں/عجیب رقت سی سنسناتی ہے تن بدن میں/بزرگ و برتر کا ذکر جاری ہے... (زمانہ بازار بن گیا ہے۔۳)(۳۶)

۱۱۔ بھلے تمہارے لئے بہت ہے/ہوا مگر کھلکھلا رہی ہے/سمندروں کی اُٹھان لہریں ہیں گدگدی میں/زمیں کی مٹی ظریف لہجے میں سوچتی ہے/یہ میرا گاگر سا آدمی کس طرف رواں ہے... (نیوکلیئر ہولوکاسٹ سے پہلے)(۳۷)

۱۲۔ میں شکرپڑیاں سے ہوتے ہوئے پہنچا ہوں یہاں/راہ میں ایک گلِ سُرخ یک ٹہنی پہ/چمکتی ہوئی خوشبو نے مجھے روک لیا/اور کہا/اس بچھی چادرِ موسم پہ ذرا ستا لو/کیا پتہ/نخلِ مخیر تھا، کہ جب ٹیک لگائی اُس سے/تو مجھے ایسے لگا/مے گساروں کی محفل میں/سامنے جام رکھے بیٹھا ہوں/اک تبسم نے اچانک مجھے چونکا سا دیا/اک گلابی سے تبسم نے میرے کان میں سرگوشی کی/آئو چلتے ہیں، بہت بیٹھ لیا...(شکرپڑیاں سے دامن کہسار تک)(۳۸)

۱۳۔ شام کے چینل مطب ہیں جن میں دم پھونکے ہوئے/لفظوں کی پڑیا ہیں مُنشی ادویہ/ہر کوچہ و بازار میں تقسیم ہوتی ہیں / یہاں انصاف بھی وڈیو بنائی فلم ہے/خود اختیاری کا تاثر دے کے/مُنصف خیر کی تشہیر کرتا ہے/کسی کا دستِ خفیہ شہر کی تعمیر کرتا ہے... (سٹیٹس کو)(۳۹)

آفتاب اقبال شمیم نے وقت کو دو کرسیوں پر بٹھا کر منافقت اور جھوٹ پر مبنی معاشرے کی بیخ کنی کی ہے۔ شاعر نے تخیل اور لسانی نارم سے انحراف کرتے ہوئے اس جملے کو معنی آفریں اور جدت طرز کا بہترین شاہکار بنا دیا ہے۔ ان کا احساس بہت جاذب اور پرکشش ہے جو لفظوں میں فکری لحن پیدا کر دیتا ہے۔ ''پتے کا آنگن' اور ہوا کی بالیوں کے ڈھیر'' شفق کے بام سے کاسنی رنگ شاموں کا لپٹے ہوئے اترنا، یہ سب نادر قسم کے لسانی کلامیے ہیں پتے کا آنگن کہہ کر بہت ہی بلیغ جملہ پیش کیا ہے۔ نافہ زمین سے جڑے ہوئے کھیت اور کھیت کا جسم زمین کے مرکز سے جُڑا ہوا ہے، کماد کی فصل میں شوک کا رینگ رینگ کر چلنے میں انھوں نے شوک کو باقاعدہ انسانی پیکر اور انسانی عادات کا خوگر بنا دیا ہے۔ ''صدا اور سماعت'' کے لیے بھی بڑے منفرد لفظوں کا انتخاب کیا ہے۔ کیا صدا کے کان ہوتے ہیں مگر آفتاب اقبال نے صدا کے کانوں میں مرکیوں کے تھرکتے حلقے کا تصور پیش کیا ہے گویا صدا کا کان بنا کر اس میں مرکی کی موجودگی جدتِ اظہار کا منفرد نمونہ ہے۔ سماعت کا جھوم جھوم جانا ہوا کا کھلکھلانا اور سمندر کی لہر کا گدگدی میں ہونا یہ تمام کلامیے بھی انحراف اور نئے لسانی سانچوں پر مشتمل ہیں جو ان پیرائوں کو نئے معانی دیتے ہیں۔ ان نئے سانچوں اور لسانی تجربوں کی وجہ سے زبان کی ترقی کا پہیہ مسلسل چلتا رہتا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۹ء، ص ۲۱

۲۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۲۴

۳۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۸۹

۴۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۱۰۲

۵۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۱۰۶

۶۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۱۱۵

۷۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۱۲۰
۸۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۲۰۳
۹۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۹ء، ص ۱تا آخر
۱۰۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، اسلام آباد: پورب اکادبی، ۲۰۰۹ء، ص ۲۲
۱۱۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۲۹
۱۲۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۴۸
۱۳۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۵۴
۱۴۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۶۲
۱۵۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۶۴
۱۶۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۶۷
۱۷۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۷۰
۱۸۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۸۸
۱۹۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۱۹۲
۲۰۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۹ء، ص ۱۹
۲۱۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۵۱
۲۲۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۵۸
۲۳۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ۶۷۔۶۶
۲۴۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۹۲
۲۵۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۴۴۔۱۴۳
۲۶۔ آفتاب اقبال، شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ص ۱۵۱
۲۷۔ آفتاب اقبال شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۹ء ص ۱۹
۲۸۔ آفتاب اقبال شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ۳۵
۲۹۔ آفتاب اقبال شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ۳۶
۳۰۔ آفتاب اقبال شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ۴۶
۳۱۔ آفتاب اقبال شمیم، میں نظم لکھتا ہوں، ۴۹